ہندوستان میں حکومت سازی کا جادوئی ہندسہ 272

پروفیسر اسلم جمشید پوری

بے لاگ

ملک میں عام انتخابات چل رہے ہیں۔ ہمارے دو ایوانِ بالا ہیں۔ لوک سبھا اور راجیہ سبھا۔ راجیہ سبھا میں 250 سیٹیں ہوتی ہیں۔ اس ایوان میں اراکین کی مدت چھ سال ہوتی ہے۔ ان کا انتخاب عوام کے ذریعہ نہیں ہوتا۔ عوام کے نمائندے 238 ممبران کا چناؤ کرتے ہیں، جبکہ 12 ممبران کو مختلف فنون لطیفہ، ادب، سائنس، آرٹ، سماجی خدمات کے میدان کے ماہر شخص کو صدر جمہوریہ نامزد کرتا ہے۔ راجیہ سبھا میں بی جے پی کے 82 موجودہ ممبران ہیں۔

لوک سبھا میں 543 اراکین ہوتے ہیں۔ اس ایوان کے ممبران کا انتخاب ہر پانچ سال کے لیے عوام کے ذریعے بلا واسطہ ہوتا ہے۔ اس میں اکثریتی تعداد والی پارٹی کے ایم پی اپنا رہنما چنتے ہیں جو کہ ہندوستان کا وزیراعظم ہوتا ہے۔

543 ممبران کی تعداد والے اس ایوان میں سرکار بنانے والی پارٹی کے کم سے کم 272 ممبران ہونے چاہیے، اسی لیے 272 کو جادوئی آنکڑا بھی کہا جاتا ہے۔ 2019 میں این ڈے اے (بی جے پی کی حلیف سیاسی جماعتوں) کے ممبران کی تعداد 320 تھی۔ جبکہ 2014 میں این ڈی اے کے 282 ممبران تھے۔ این ڈی اے میں سب سے بڑی پارٹی بی جے پی ہے۔ کبھی کبھی پارٹیاں مل کر انتخاب لڑتی ہیں۔ گزشتہ کچھ برسوں میں ہندوستان میں دو بڑے گروہ ہوتے آئے ہیں۔ این ڈی اے (NDA) اور دوسرا یو پی اے (UPA)۔ پہلے گروپ کی خاص اور اہم سیاسی جماعت بی جے پی ہے، جبکہ دوسرے گروپ کی خاص اور اہم پارٹی کانگریس ہے۔ دونوں کی سوچ اور فکر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلے گروپ پر فرقہ پرستی کا الزام ہے تو دوسرا گروپ سیکولر جانا جاتا ہے۔ اس بار دوسرے گروپ کا نام بدل چکا ہے۔ اب اسے ''انڈیا'' کا نام دیا گیا ہے۔ انڈیا اور این ڈی اے میں بہت سے ساتھی بدل چکے ہیں۔ اس بار مقابلہ بڑا دلچسپ ہے۔ این ڈی اے کی گزشتہ دس سال سے مرکز میں حکومت ہے۔ ان دس برسوں میں ملک کا ماحول بہت تبدیل ہو چکا ہے۔ سیاسی اعتبار سے ملک ایک الگ دور میں داخل ہو چکا ہے۔ کئی معاملات میں ہندوستان نے دنیا کی سربراہی کی۔ ہندوستان نے چاند پر کامیاب لینڈنگ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ سورج پر بھی کمندیں ڈال دی ہیں۔ یوگا میں دنیا کو راہ دکھا رہا ہے۔ وشوگرو بننے کے قریب ہے۔ ہندوستان نے ہمیشہ عالمی سطح پر امن و امان کو اپنا شیوہ بنایا، لیکن کسی بھی ملک سے خود کو کمزور نہیں پایا۔ جب روس اور یوکرین آپس میں جنگ جنگ کھیل رہے تھے، ہندوستان نے ''جی 20'' کی دہلی میں کامیاب میزبانی کی۔

یہ الگ بات ہے کہ موجودہ حکومت نے عالمی سطح پر ہندوستان کا پرچم بلند کیا مگر اندرونی طور پر ہندوستانی بھائی چارہ یعنی مشترکہ تہذیب کو بچا نہیں پائی۔ وہ مشترکہ تہذیب جو کبھی ہندوستان کی شناخت تھی، جس کے بل بوتے پر ہندوستانیوں نے انگریزوں کو مار بھگایا تھا، جس کی بنا پر ہندوستان میں کثرت میں بھی وحدت زندہ تھی، جس میں ہندو، مسلم، بدھ، سکھ، جین، عیسائی سبھی شامل تھے، ہندوستان پوری دنیا کے لیے ایک مثال تھا۔ گزشتہ دس برسوں میں ہندو۔مسلم اتحاد بری طرح متاثر ہوا ہے۔ موجودہ حکومت نے اس اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ ایک قوم کو بڑھاوا دیا اور دوسری کو ذلیل وخوار کیا۔ ووٹ کی سیاست اور ذاتی مفاد کے لیے حکمراں جماعت نے ملک کے عوام کو کئی خانوں میں تقسیم کر دیا۔ دس سال یہ جماعت کھل کر کھیلی، بغیر یہ پروا کیے ہوئے کہ عروج ہمیشہ نہیں رہتا۔ فارسی ضرب المثل کے مطابق ہر عروج را زوال است، یعنی ہر عروج کو زوال ہے۔

> اس بار تصویر بالکل واضح نہیں ہے۔ کوئی بھی پارٹی یا محاذ جادوئی نمبر کو پار کرتا نظر نہیں آ رہا۔ این ڈی اے کی حکومت بن رہی ہے، نہ 'انڈیا' کی سرکار بنتی صاف دکھائی دے رہی ہے۔ سب کچھ دھندلا ہے۔ 4 جون کو صاف ہو جائے گا کہ کون سا محاذ 272 کے جادوئی ہندسے کو پار کرتا ہے۔ کچھ بھی ہو، سرکار کسی کی بھی بنے، ہندوستان سربلند رہنا چاہیے اور ہندوستان جن خوبیوں سے پہچانا جاتا ہے، ان کا ایک بار پھر دنیا میں ڈنکا بجنا چاہیے۔

اسی دوران عوامی انتخاب آ گئے۔ حزب مخالف نے ایک جٹ ہو کر ''انڈیا'' نامی محاذ بنا لیا، جس کی مقبولیت دن رات بڑھتی گئی۔ ملک میں دو گروپ بن گئے۔ دونوں کی فکر، خیال اور عمل میں بہت فرق تھا۔ انڈیا گروپ نے راہل گاندھی کی قیادت میں دو طویل سفر، ''بھارت جوڑو یاترا'' اور ''نیائے یاترا'' کیے۔ اس دوران راہل گاندھی نے چار ہزار کلو میٹر ہندوستان کا سفر کیا اور ہر شہر میں ان کا شاندار استقبال ہوا۔ اس ماحول میں پارلیمنٹ کا الیکشن ہوا۔ شروع ہی میں بی جے پی نے ''اس بار چار سو پار'' کا نعرہ دیا۔

این ڈی اے اگر 272 یا زائد سیٹیں لے آتا ہے تو تیسری بار مرکز میں حکومت بنائے گا اور مودی لگاتار تیسری بار وزیراعظم بنیں گے۔ اور اگر این ڈی اے 250 سیٹیں لاتا ہے تو بھی حکومت بنانے کی کوشش کرے گا۔ بی جے پی کسی بھی قیمت پر حکومت بنانے کا جتن کرے گی۔ اگر این ڈی اے 200 یا اس سے بھی کم سیٹیں لاتا ہے تو مجبوراً ہار مان جائے گا۔ دوسری طرف انڈیا اتحاد اگر 272 یا اس سے زیادہ سیٹیں لاتا ہے تو حکومت بنانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن ابھی تک یہ صاف نہیں ہے کہ انڈیا کی حکومت میں وزیراعظم کون بنے گا؟ کیا راہل گاندھی یا کوئی اور؟ ویسے تو انڈیا اتحاد میں سب سے بڑی پارٹی کانگریس ہے۔ اس طرح راہل گاندھی کو ہی وزیراعظم بننا چاہیے۔ ملکارجن کھرگے بھی وزیراعظم بن سکتے ہیں اور اگر انڈیا 230 کے آس پاس سیٹیں لاتا ہے تو حکومت سازی کی کوئی کوشش نہیں کرے گا۔ ہمارے ملک میں ایک اور قانون ہے، الیکشن میں سب سے زیادہ سیٹیں لانے والی سیاسی جماعت کو ہی صدر جمہوریہ حکومت بنانے کے لیے دعوت دیتا ہے۔ یہ بھی صاف ہے کہ ہو سکتا ہے بی جے پی الیکشن میں سب سے زیادہ سیٹیں لانے والی پارٹی بن کر ابھرے۔ ایسے میں صدر جمہوریہ انہیں حکومت بنانے کی دعوت دے اور اگر ایسا ہوا تو بی جے پی حکومت بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دے گی۔ دام دنڈ سام، ہر طرح کے حربے استعمال کر کے حکومت بنائے گی۔ الیکٹورل بانڈس کے حساب سے بی جے پی ملک کی سب سے امیر ترین پارٹی ہے لہٰذا وہ حکومت سازی کے لیے کچھ بھی کرے گی۔

امریکہ نے بھی یہ بات مانی ہے کہ ہندوستان میں دنیا کا سب سے بڑا جمہوری نظام ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان پوری دنیا میں جمہوریت کے لیے مشہور ہے۔ یہاں متعدد زبانیں، مختلف رنگ، کئی مذاہب، ہزاروں برادریاں ایک ہو کر رہتی ہیں۔ یہ دنیا کے لیے ایک سبق ہے۔ اس جمہوری نظام میں ہر پانچ سال پر عوام کے ذریعے انتخاب ہوتا ہے اور حکومت بنانے کے لیے 272 ایک جادوئی آنکڑا ہے۔ اس ہندسے تک پہنچنے والی سیاسی جماعت حکومت بناتی ہے اور اس پارٹی کے ممبران جس کو اپنا لیڈر چنتے ہیں، وہ وزیراعظم بنتا ہے۔ کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کوئی پارٹی یا گروپ جب اکیلے اس ہندسے کو چھو نہیں پاتا، تب دو کام ہوتے ہیں، ایک تو خرید وفروخت اور لالچ دینے کا دور شروع ہوتا ہے، دوسرے چھوٹی سیاسی پارٹیوں کو ان کی شرائط پر شریک حکومت بنانا پڑتا ہے۔

اس بار بھی تصویر بالکل واضح نہیں ہے۔ کوئی بھی پارٹی یا محاذ جادوئی نمبر کو پار کرتا نظر نہیں آ رہا۔ این ڈی اے کی حکومت بن رہی ہے نہ 'انڈیا' کی سرکار بنتی صاف دکھائی دے رہی ہے۔ سب کچھ دھندلا ہے۔ 4 جون کو صاف ہو جائے گا کہ کون سا محاذ 272 کے جادوئی ہندسے کو پار کرتا ہے۔ کچھ بھی ہو، سرکار کسی کی بھی بنے، ہندوستان سربلند رہنا چاہیے اور ہندوستان جن خوبیوں سے پہچانا جاتا ہے، ان کا ایک بار پھر دنیا میں ڈنکا بجنا چاہیے۔

aslamjamshedpuri@gmail.com

اقوال زرّیں

حضرت محمد مصطفیٰؐ

- جس کی تعلیم صحیح ہو وہ آنکھ سے بھی دیکھتا ہے، دماغ سے بھی اور دل سے بھی۔
- اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔
- بہترین بیوی وہ ہے جب خاوند اسے دیکھے تو پھولے نہ سمائے، اگر اسے کوئی حکم دے تو فوراً بجالائے اور بہترین خاوند وہ ہے جو بیوی کے ساتھ حسن سلوک رکھے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA PATNA

صرف ایران کا نقصان نہیں!

ایک لیڈر کی کیا اہمیت ہوتی ہے، یہ اندازہ تاریخ کے بڑے لیڈروں کے بارے میں پڑھنے پر ہوتا ہے۔ ایک لیڈر کی موت ایک آدمی کی ہی موت نہیں ہوتی، ملک کا بڑا نقصان بھی ہوتا ہے جبکہ 19 مئی، 2024 کو تو ایران نے ابراہیم رئیسی جیسا ایک وژنری صدر ہی نہیں کھویا، حسین امیر عبداللہیان جیسا منجھا ہوا وزیر خارجہ بھی کھو دیا ہے۔ 19 مئی، 2024 کو ہوئے ہیلی کاپٹر حادثے میں ان دونوں کے علاوہ بھی دیگر ایرانی شخصیات کو جانیں گنوانی پڑی ہیں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ صدر رئیسی کا ہیلی کاپٹر حادثے کا شکار ہو گیا اور اسی لیے اس ہیلی کاپٹر پر جو شخصیات سوار تھیں، انہیں جانیں گنوانی پڑیں جبکہ دیگر دو ہیلی کاپٹر حادثے کا شکار نہیں ہوئے۔ حادثے کی اصل وجہ کا پتہ چلانا ایران کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا، البتہ اس پر دعوے سے کچھ کہنا مشکل ہے کہ اس سلسلے میں کوئی حتمی رپورٹ منکشف کی جائے گی۔ دراصل ایران اس وقت مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ برسوں سے امریکہ اور اس کے یوروپی اتحادیوں سے اس کے تعلقات خراب رہے ہیں اور اب زیادہ ہو گئے ہیں۔ اصل میں وہ ہر حال میں اسرائیل کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شام میں ایران کے سفارت خانے پر اسرائیلی حملے کے بعد تو وہ خاموش رہے تھے مگر جب ایران نے اس کا جواب دیا تو ان کی طرف سے مذمتی بیانات آنا شروع ہو گئے جبکہ یہ حملہ ایران نے بڑی ہوشیاری سے کیا تھا۔ بظاہر اس کا مقصد صرف یہ دکھانا تھا کہ اسرائیل اس کی پہنچ سے دور نہیں ہے مگر یہ بات اسرائیل کی طاقت کا ہی بھرم توڑ دینے والی نہیں تھی، امریکہ اور یوروپی ممالک کو بے چین کر دینے والی بھی تھی۔ بڑھتی ہوئی ایران کی طاقت ان کے لیے اس لیے بھی اندیشے پیدا کرنے والی تھی کہ ایران جہاں یوکرین جنگ میں روس کا ساتھ دے کر ان کو بغیر کہے جواب دے رہا تھا، وہیں غزہ کے فلسطینیوں کے حق میں بول کر انہیں یہ احساس دلا رہا تھا کہ وہ اسے کوئی اور ملک سمجھنے کی غلطی نہ کریں۔ یہ سب ابراہیم رئیسی کی صدارت میں ہو رہا تھا اور ان کا بھرپور ساتھ ایرانی وزیر خارجہ حسین امیر عبداللہیان دے رہے تھے، اس لیے ہیلی کاپٹر حادثے میں ان دونوں ایرانی لیڈروں کی موت صرف ایران کا نقصان نہیں ہے، یہ غزہ کے فلسطینیوں کا بھی نقصان ہے۔ ایسی صورت میں ان تمام لوگوں کا غمزدہ ہونا فطری ہے جو فلسطین کاز کے حوالے سے بھی ان دونوں لیڈروں کی اہمیت سے واقف تھے۔

ابراہیم رئیسی نے بحیثیت صدر ایران کو کسی ایشو میں خواہ مخواہ الجھانے کی بھول نہیں کی، اس کے تشخص کا خیال رکھتے ہوئے اسے آگے بڑھایا اور دنیا کو یہ دکھایا کہ ہوشمندی سے اگر کام لیا جائے تو حالات کیسے بھی برے ہوں، ملک کو ترقی کی شاہراہ پر رکھنے اور اسے مستحکم سے مستحکم بنانے کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی۔ ابراہیم رئیسی سمجھ چکے تھے کہ امریکہ اور اس کے یوروپی اتحادی ایران کے کبھی ہونے والے نہیں ہیں، اس لیے اگلے 25 سال میں چین سے ایران نے جو تیل، گیس، پیٹرو کیمیکل انڈسٹریز میں 300 سے 400 ارب ڈالر سرمایہ لگانے کا معاہدہ کیا تھا، اس پر عمل کرنے کے لیے سنجیدہ تھے۔ اس طویل مدتی معاہدے کی وجہ یہ بھی تھی کہ اگلے 25 سال تک ایران کو سرمایہ ملتا رہے اور اس کی ترقی کی رفتار برقرار رہے۔ ایران کو خواہ مخواہ کی الجھنوں سے بچانے کے لیے بیجنگ میں چین کی ثالثی میں ایران نے سعودی عرب سے تعلقات استوار کیے مگر تعلقات کی استواری سے قبل شام اور یمن میں بالواسطہ طور پر وہ طاقت کا مظاہرہ کر چکا تھا۔ ابراہیم رئیسی چین کی پالیسی سے واقف تھے اور اس بات سے بھی واقف تھے کہ چین سے حد سے زیادہ دوستی ایران کے لیے ٹھیک نہیں ہوگی، اس لیے ان کی مدت صدارت میں ہندوستان سے ایران کے تعلقات مضبوط ہوئے۔ رئیسی حکومت نے قول عمل سے یہ احساس دلایا کہ اسے ہندوستان کی اہمیت کا احساس ہے اور وہ اس سے تاریخی رشتے کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ رئیسی کی مدت صدارت میں پاکستان سے کچھ تنازع سا پیدا ہوا تھا لیکن وہ بڑھ نہیں سکا۔ اس کی وجہ غالباً یہی تھی کہ رئیسی ایران کو حتی الامکان الجھنوں سے بچانا چاہتے تھے، اس لیے ہیلی کاپٹر حادثے میں ابراہیم رئیسی اور حسین امیر عبداللہیان کا انتقال محض ایک ایرانی صدر اور ایک ایرانی وزیر خارجہ کا انتقال نہیں ہے، یہ ایران کے لیے ایک بڑا دھچکا ہے، البتہ ایران کے پاس اچھے لیڈران ہیں، اس لیے امید یہی کی جانی چاہیے کہ ابراہیم رئیسی اور حسین امیر عبداللہیان کے انتقال کا زیادہ اثر ایران پر نہیں پڑے گا، اب وہ ہوابازی کے شعبے پر بھی خصوصی توجہ دے گا تاکہ پھر کبھی اس طرح کے حادثے میں بڑے لیڈروں کا انتقال نہ ہو، ان کا سوگ نہ منانا پڑے۔

edit2sahara@gmail.com

بہت بڑی حقیقت کی چھوٹی سی مثال

علی خان محمودآباد

جائزہ

1.6 سے 2.44 کروڑ کی گاڑی تھی۔ ڈرائیور 17 سال کا ہے۔ بارہویں کے امتحانات ختم کرنے کی خوشی تھی۔ نوجوان اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ شراب خانے گیا۔ باپ برہما ریئلٹی کے مالک ہیں۔ پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ 2.30 بجے رات کو جب سب نشہ میں چور ہو چکے تھے تو گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ 200 کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار تھی۔ پونا شہر میں دو 24 سالہ نوجوان اپنی موٹر سائیکل سے گھر جا رہے تھے۔ دفعتاً پیچھے سے انجن کی آواز آئی لیکن اس سے قبل کہ دونوں کچھ سمجھتے، دونوں ہوا میں اُڑ گئے اور اتنی زور سے گرے کہ دونوں کی موقع پر ہی موت ہو گئی۔ حسب دستور مجمع اکٹھا ہوا اور ڈرائیور کو پیٹنا شروع کیا۔ ڈرائیور کا ایک ساتھی فرار ہو گیا۔ موٹر سائیکل والوں کے دوست نے ایف آئی آر درج کروائی۔ پولیس نے 279، 304(a)، 337 اور 427 دفعات لگائیں۔ حادثے کی خبر پھیلتے ہی سب نے سوشل میڈیا پر اپنے اپنے نظریات پیش کرنا شروع کر دیے۔ کسی نے کہا بچہ بگڑا ہوا تھا، کسی نے کہا شراب خانوں پر سختی ہونا چاہیے تاکہ وہ کمسن بچوں کو شراب نہ پلائیں۔ کسی نے کہا کہ سڑکوں کی حالت خراب ہے، غرضیکہ جتنے منھ، اتنی باتیں۔

اب تک تو ایسا سنتے آئے ہیں کہ رئیس زادہ نشہ میں دھت ہو کر غریبوں کو اپنی مہنگی گاڑی کے پہیوں کے تلے روند دیتا ہے۔ کیس وغیرہ تو اب چلے گا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ 15 گھنٹوں کے اندر نوجوان قاتل کو ضمانت مل گئی۔ عدالت نے حکم دیا کہ مجرم کو ٹریفک پولیس کے ساتھ 15 دن کام کرنا پڑے گا، کسی ڈاکٹر سے رجوع کر کے شراب خوری کی عادت چھڑانی پڑے گی اور صاحبزادہ کو حادثہ کے بارے میں ایک مضمون لکھنا پڑے گا۔

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل و انصاف کا معیار مختلف لوگوں کے لیے الگ ہوتا ہے۔ تقریروں کے لیے عمر خالد اور شرجیل امام کو قید کر لیا جاتا ہے اور ضمانت کی درخواست رد کر دی جاتی ہے لیکن ایک امیر زادہ قتل بھی کر دیتا ہے لیکن اس سے کہا جاتا ہے کہ وہ مضمون لکھ کر اپنی ندامت اور خفت کا ثبوت دے۔

درحقیقت ہمارے ملک کا یہی المیہ ہے، امراء اور رؤساء کے لیے ایک قانون ہوتا ہے اور غریب اور محنت کش لوگوں کے لیے دوسرا قانون ہوتا ہے۔ امیر زادہ مہنگے سے مہنگا وکیل کھڑا کر دے تو اس کو ضمانت مل جاتی ہے اور متوسط طبقے یا غریب شخص کی عمر کورٹ کچہری کرنے میں گزر جاتی ہے۔

دوسرا المیہ یہ ہے کہ عوام یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے حقوق کو وہی لوگ پامال کرتے ہیں جن سے وہ سب سے زیادہ انصاف کی توقع کرتے ہیں۔ دنیا کی سب سے پرانی اور بنیادی لڑائی امیروں اور غریبوں کی رہی ہے لیکن افسوس کہ وقتاً فوقتاً کبھی مذہب و برادری کے نام پر تو کبھی قوم و ملک کے نام پر لوگوں کو ورغلا کر شناخت پر مبنی سیاست میں الجھا دیا جاتا ہے۔ غریب عوام ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور امیر طبقہ اپنا اقتدار محفوظ کر لیتا ہے۔

جدید جمہوریت اور خاص کر اشتراکی اور لبرل نظام میں اصولاً سب ہی شہریوں کو قانون کے سامنے برابر ہونا چاہیے لیکن ہمارے ملک میں فرق ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مغربی ملکوں میں مساوات کی جڑیں زیادہ مضبوط ہیں لیکن کم از کم وہاں اداریت (مسلمہ اصول) کی وجہ سے کبھی کبھی امراء بھی قانون کے سامنے جوابدہ ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان میں امیر حضرات تب ہی قانونی کارروائی کی زد میں آتے ہیں جب دوسرے امیر یا برسر اقتدار حضرات ان کے پیچھے پڑتے ہیں۔

ملوکیت کا نظام اسی لیے ختم کیا گیا کیونکہ اس میں فرد کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی تھی۔ بادشاہوں اور راجاؤں کا دور چلا گیا لیکن آج نئے بادشاہوں کا دور آ گیا۔ آج کے راجا وہ ہیں جن کے پاس دولت اور رسوخ ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ غریب عوام اس نظام کو ختم نہیں کرنا چاہتے بلکہ بیشتر لوگوں کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ وہ خود ایسی جگہ حاصل کر لیں کہ قانون ان کے لیے جھکے۔

> آج ہندوستان کو ان ہندوستانیوں سے خطرہ ہے جو مفاد اور اقتدار کے لیے جمہوریت کو بھی خریدنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ پونا کا واقعہ ایک بہت بڑی حقیقت کی چھوٹی سی مثال ہے لیکن اس کی اہمیت کم نہیں ہے۔ آپ خود سوچئے کہ آج نہ معلوم کتنے بزرگ اور نوجوان قید خانوں میں اس لیے بند ہیں کیونکہ اُنہوں نے حکومت کی تنقید کرنے کی جرأت کی جبکہ ایک قاتل کو آسانی سے ضمانت مل گئی۔

ہندوستان میں ہم یہ یاد نہیں رکھتے کہ حکومتیں عوام کی خدمت کے لیے ہوتی ہیں۔ حکومتیں مائی باپ نہیں ہوتی ہیں۔ شرم کی بات یہ ہے کہ آج بھی ہماری ذہنیت غلاموں کی سی ہے۔ ہم یہ بھول جاتے کہ سرکاروں پر لگام لگانا ہمارا کام ہے۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ عوام کو اکثر سب سے زیادہ خطرہ غیر اقوام کے حملوں سے نہیں ہوتا ہے بلکہ ان ہی کی حکومتیں ان کے حقوق کو پامال کرتی ہیں۔ امریکہ میں جب آزادی کی تحریک چل رہی تھی تو وہاں ایک بہت بڑا مفکر تھا جس کا نام الیکزنڈر ہیملٹن (Alexander Hamilton) تھا۔ انہوں نے The Federalist Papers میں لکھا تھا کہ عوام کو سب سے زیادہ خطرہ ان سے ہوتا ہے جن پر وہ سب سے زیادہ بھروسہ کرتے ہیں یعنی حکومت۔ اس ہی لیے امریکہ میں جب کوئی سرکاری افسر یا سپاہی حلف اٹھاتا ہے تو وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ امریکہ کو بیرونی اور داخلی دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھے گا۔ واضح ہو کہ یہاں داخلی سے مراد یہ ہے کہ امریکہ کے بانیان کو یہ معلوم تھا کہ ایک قوم کو اکثر اپنی ہی حکومت سے سب سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے، اسی لیے جمہوری نظام میں عقیدہ اور بیان کی آزادی کا مرکزی کردار ہوتا ہے۔

آج ہندوستان کو ان ہندوستانیوں سے خطرہ ہے جو مفاد اور اقتدار کے لیے جمہوریت کو بھی خریدنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ پونا کا مندرجہ بالا واقعہ ایک بہت بڑی حقیقت کی چھوٹی سی مثال ہے لیکن اس کی اہمیت کم نہیں ہے۔ آپ خود سوچئے کہ آج نہ معلوم کتنے بزرگ اور نوجوان قید خانوں میں اس لیے بند ہیں کیونکہ اُنہوں نے حکومت کی تنقید کرنے کی جرأت کی جبکہ ایک قاتل کو آسانی سے ضمانت مل گئی۔ آپ خود سوچئے کہ یہ آپ کی حکومت ہے یا امرا اور رؤساء کی؟

bilehra@gmail.com

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

حق رائے دہی کا استعمال لازم

مکرمی!

ملک میں اس وقت لوک سبھا انتخابات کا سلسلہ جاری ہے۔ تمام سیاسی پارٹیاں اپنے انداز میں ووٹرس کو اپنی طرف راغب کرنے کی پرزور کوششیں کر رہی ہیں اور ان کو اپنے حق میں لانے کے لیے ہمہ تن کوشاں ہیں۔ ان حالات میں ہماری سب سے اہم ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ جب بھی اپنے حق رائے دہی کا استعمال کرنے کا موقع آئے تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کیوں کہ یہ ہمارا ایک ایسا آئینی حق ہے جس میں ہم پوری طرح سے آزاد ہوتے ہیں اور اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اپنے ووٹ کے ذریعہ ہم اپنے پسندیدہ امیدوار کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنے ہی حق اور مفاد کے لیے نہیں کھڑے ہوں گے تو آخر کیسے ہماری مشکلات و مسائل کا خاتمہ ہوگا؟ ہمارے لیے بہت خوش قسمتی کی بات ہے کہ ہم ایک جمہوری ملک میں رہ رہے ہیں، جہاں ہم کو ووٹ کے ذریعہ حاکم کا انتخاب کرنے کا حق حاصل ہے ورنہ آج بھی دنیا میں بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں لوگ اپنی حکومت کا انتخاب کرنے سے قاصر ہیں کیوں کہ ان کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہے، لہٰذا ان مواقع پر ہمیں ہوٹلوں اور تمام فضول مقامات پر بیٹھ کر حکومت بنانے اور گرانے کے بجائے جمہوریت کی بقا اور تحفظ کے لیے اپنے ووٹ کا استعمال کرنا چاہیے اور خاص طور پر نوجوانوں کو اس میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہیے کیوں کہ وہ اپنے مستقبل میں ملک کو کن حالات میں دیکھنا چاہتے ہیں یہ ان کا ووٹ طے کرتا ہے، ان کے ذریعہ منتخب حکومت ان کے مستقبل کے لیے کیے گئے فیصلوں پر اثر انداز ہوگی، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم خود اپنے ووٹ کا استعمال کریں اور اپنے اعزاء واقارب کو بھی اس کی ترغیب دیں اور ایسے امیدوار کا انتخابات کریں جو ہمارے مستقبل کی فکر رکھتا ہو اور ہمارے سماجی مسائل سے وابستگی رکھتا ہو، تاکہ ملک کی فضا کو خوشگوار بنانے میں ہم حصہ دار ثابت ہو سکیں۔

محمد معاذ نسیم– فتح پور، بارہ بنکی (یوپی)

ہیں کواکب کچھ…

مکرمی!

اداریہ ''جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی'' کی بابت عرض ہے کہ 'وہ زمانے ہوا ہوئے جب خلیل میاں فاختہ اڑاتے تھے'، کیوں کہ آج کی سیاست محض ذاتی مفاد کی حد تک سمٹ کر رہ گئی ہے۔ بجز معدود چندے، بیشتر سیاسی پارٹیوں کے رہنما حضرات کے سارے اقدام اور فیصلے، ملک و عوام کی خدمت کے فرض کو پس پشت ڈال کر، ذاتی مفاد کے پیش نظر کرنے کا چلن عام ہو چکا ہے جس کا ثبوت ہمارے لیڈران کا آئے دن پارٹی بدلنا ہے، جو ذاتی نفع کی خاطر اچانک اپنی وفاداری تبدیل کر لیتے ہیں اور یہ منظر عین قبل یا دوران انتخابات ہونا عام بات ہے۔ جہاں تک مغربی بنگال کا تعلق ہے، وزیر اعلیٰ محترمہ ممتا بنرجی کے لچیلے موقف سے با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ تیل اور تیل کی دھار دیکھ رہی ہیں۔ بظاہر سیاسی مبصرین برسر اقتدار این ڈی اے کی عوامی مقبولیت میں کمی کے دعوے کر رہے ہیں اور ایسی صورت میں متحدہ حزب اختلاف 'انڈیا- بلاک' کی سرکار بننے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا، لہٰذا محترمہ بنرجی دونوں متبادل کھلے رکھنا چاہتی ہیں۔ ایک طرف وہ مرکزی سرکار کی تشکیل میں 'انڈیا' کا ساتھ دینے کا وعدہ بھی کر رہی ہیں لیکن اسی کے ہمراہ، مغربی بنگال کے کانگریس لیڈران کو خوب سخت وست بھی کہہ رہی ہیں اور غالباً اسی سبب مغربی بنگال کے کانگریس صدر شری ادھیر رنجن چودھری نے محترمہ ممتا جی کو 'موقع پرست سیاستداں' کہا ہے۔ بہرحال یہ سب سیاسی پینترے ہیں جہاں سوچا کچھ جاتا ہے، کہا کچھ اور کیا کچھ اور جاتا ہے۔ بقول غالب:

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

اظہر علی خاں
شرافت منزل، کوتوالان، رامپور-1

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

جنہیں خدمت کا دعویٰ ہے وہ اب عہدوں کے لالچ میں
بغاوت پر اتر آئے، عداوت پر اتر آئے
جو تہذیب و تمدن کے علمبردار بنتے تھے
وہ نیتا آج کل گندی سیاست پر اتر آئے

ارشد ندیم

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر **ضیاء قادری** نے ہندوستان میڈیا وینچرس لمیٹڈ پریس، موضع دریاپور، پولس اسٹیشن شاہ پور، داناپور ضلع پٹنہ میں چھپوا کر اور 4 چھوتھی منزل سہارا انڈیا وہار، بورنگ روڈ- پٹنہ سے شائع کیا
For Sahara India Mass Communication Printed & Published by **Zia Qadri**, Printed at Hindustan Media ventures Ltd Press, Village Darya pur, Shahpur, Danapur, Patna Bihar and Published from 4th Floor, Sahara india Vihar, Boring Road, Patna
Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: **S.M. Irshad Alam** (smirshadalam1@gmail.com) *For Editorial/News: rsahara1@gmail.com ■ **ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی** ■ **ریزیڈنٹ ایڈیٹر: ایس ایم ارشاد عالم**
Advertisement (National): ■ 0-9891773434, 9899452476 Email: adsahara@gmail.com
سرکولیشن: 7463861234 شعبہ اشتہارات: 9835449463/7367026753 roznamapatna@gmail.com
R.E.6200553375
سال: 17 شمارہ نمبر: 6034 ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA (PATNA) R.N.I. No.BIHURD/2006/18599 * اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI
○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں